شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رح کا

طریقہ سلوک

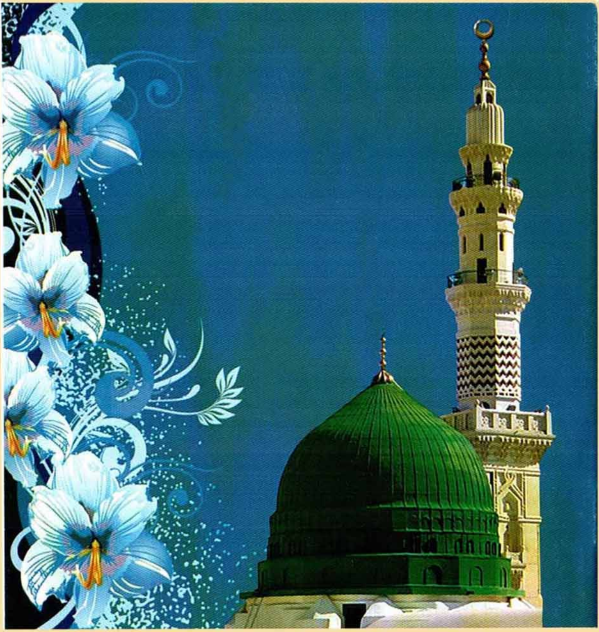

مرتبہ

حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الحَدیث حَضرت مولانا مُحمّد زکریّا کاندھلوی رحمہ اللہ
کا

طریقہ سلوک

مُرتّبہ

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب **آفتاب احمد** (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۸ ربیع الاول ۱۴۴۴

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا طریقہ سلوک

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

سلوک طریقت سے مراد تہذیب نفس ہے۔یعنی رذائل کا دور ہونا جو کہ وصول الی اللہ میں رکاوٹیں ہیں اور خصائل حمیدہ کا حاصل ہونا جو کہ وصول الی اللہ میں معاون ہیں۔اس سارے کو اصلاحِ قلب کہتے ہیں۔اس کے بعد تعلق باللہ اور حصول نسبت کی تدابیر یعنی ذکر و مراقبہ کی کثرت کرائی جاتی ہے جس سے یہ کیفیت احسان حاصل ہوتی ہے جو کہ تصوف کا حاصل ہے۔

اس راستہ کو حدیث جبرئیل کی ترتیب کے مطابق طے کیا جاتا ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا (جو انسانی شکل میں آئے تھے) حضور اقدس ﷺ سے دین کی بنیادی باتوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا۔اور یہ مکالمہ انہی آخری ایام میں ہوا جن میں تکمیل دین کی آیت ''الیوم اکملت لکم دینکم'' اتری۔

اس مکالمہ کے متعلق حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ سوال کرنے والے جبرئیل علیہ السلام تھے جو تم کو تمہارے دین کے بنیادی شعبہ جات کی تعلیم کے لیے آئے تھے۔ان کا پہلا سوال تھا ایمان کیا ہے؟ جس کے جواب میں ارکانِ ایمان فرمائے گئے اور دوسرا سوال تھا اسلام کیا ہے؟ جس کے جواب میں پانچوں ارکانِ اسلام ارشاد فرمائے گئے۔

ان دو سوالوں اور ان کے جوابوں کے بعد دین کے تکمیلی شعبہ احسان کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں فرمایا گیا: ''ان تعبداللہ کانک تراہ'' (الحدیث)۔گویا یہ دین کا تکمیلی شعبہ

ہے اور یہ درجہ حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بندوں پر فرض نہیں کیا البتہ اس کا ابتدائی درجہ "انما الاعمال بالنیات" سب پر فرض ہے کہ اس کے بغیر ایمان واسلام کا بھی کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کے بغیر ایمان واسلام بھی نفاق اور ریا کہلائیں گے۔

پہلے دو شعبہ ایمان واسلام کی تفصیلات سیکھنے کے لیے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کسی سے بیعت ہونے کی ضرورت نہیں۔ کسی بھی عالم دین سے سیکھی جاسکتی ہیں یا پڑھا لکھا خود کتاب سے حاصل کرسکتا ہے۔ البتہ تیسرے تکمیلی شعبہ احسان کو حاصل کرنے کے لئے کسی سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس شعبہ کا تعلق قلب کے علاج سے ہے تاکہ قلب سے بیماریاں دور ہوں اور خصائل حمیدہ پیدا ہوکر انسان پاک بارگاہ میں حاضری کے قابل ہوجائے۔

پھر خصوصی تعلق جس کو نسبت کہتے ہیں اس کے حصول کے لیے مناسب حال اذکار ومراقبات وغیرہ کی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے کسی طبیب اور اس راستہ کو جاننے والے سے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ناواقفیت کی وجہ سے لوگ اس مذکورہ بالا ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اس لیے بیعت ہونے والوں کے لیے مشائخ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے بیعت ہونے والوں کو تجدید ایمان کراتے ہیں۔ اس کے بعد کبائر وصغائر سے توبہ کراتے ہیں پھر اسلام پر پورا پورا چلنے کا عہد لیتے ہیں اور عہد لے کر اپنے شاگردوں میں یا بہ الفاظ دیگر مریدوں میں داخل کرلیتے ہیں۔ شیخ کی تعلیم اور مرید کے اتباع کرنے کا معاہدہ طرفین سے ہوتا ہے۔

اس کام میں سہولت کے لیے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی معمولات کے نام سے ایک دستور العمل مرتب فرمایا ہے جس میں پندرہ نمبر ہیں۔ جس میں عقائد اور اعمال کی اصلاح کے بعد معاملات، حقوق العباد اور کچھ مختصر مسنون اوراد یعنی کلمہ طیبہ، درود شریف، استغفار، تلاوت قرآن اور کچھ نفلی عبادات اور اس راستہ کی آسان آسان کتابوں کا مطالعہ اور شیخ کی توجہات اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے شیخ سے خط وکتابت یا ملاقات کرتے رہنے کی تاکید ہے اور یہ اس راستہ کا ابتدائی نصاب ہے جس سے اصلاح عقائد، اصلاح اخلاق، اتباع سنت، ذوق عبادات اور صفائی معاملات وغیرہ جملہ دینی

امور فرض کے درجہ میں حاصل ہوجاتے ہیں اور اتنا حاصل کیے بغیر تصوف یا درجہ احسان کے حصول کی کوشش اور اس راستہ کی کتب کا مطالعہ اور اعمال یعنی اذکار و مراقبات وغیرہ کا اختیار کرنا بے سود ہی نہیں بلکہ اکثر مضر ثابت ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ابتدائی معمولات کے پرچہ کے علاوہ جو ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہے اور جس کا مطالعہ اور اس پر عمل ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، ہم توضیح کی خاطر اس راستہ پر چلنے والوں کے لیے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ''دستور حیات'' سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ جن میں انکی کتاب ''دستور حیات'' کے اصل مقصد کا مدلل بیان ہے۔ اور ہماری اس تالیف کا بھی یہی مقصد ہے کہ محض فنی معلومات کے درجہ سے گزر کر آدمی عمل کی طرف راغب ہو اور ضروری امور پر عمل کرتے ہوئے اس راستہ کے ان علوم سے پورا فائدہ اٹھا سکے جو اگلے باب میں کشف المحجوب کی تلخیص کی صورت میں بیان ہونگے۔ حضرت مولانا ندویؒ فرماتے ہیں:

(۱) اپنے عقائد کی اصلاح

ہماری ابتدا اس سے ہونی چاہیے جس سے خدا تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ کتاب اور اس کے رسول ﷺ نے دین اور تبلیغ و رسالت کا آغاز کیا۔ ہم کو سب سے پہلے عقائد کی اصلاح اور قرآن پاک کی روشنی میں (جو عقیدہ میں کسی قسم کے فساد اور کمزوری کی گنجائش نہیں چھوڑتا) اپنے عقائد کا جائزہ لینا چاہیے کیونکہ قرآن ہی وہ صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنا چہرہ اور اپنے خط و خال واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔'' پیش نظر کتاب (دستور حیات) میں محض خدا تعالیٰ کے فضل و انعام سے، اس سب کا خلاصہ و عطر آگیا ہے، جو قرآنی تعلیمات، نبوی تلقینات و ہدایات، ان علمائے اہل سنت کی تحقیقات کا نچوڑ ہیں، جو افراط و تفریط اور غلو و تحریف سے محفوظ ہیں۔

(۲) اہتمام اعمال و اتباع اسوہ حسنہ

''مشروع عبادتوں اور اسلام کے چاروں عملی ارکان کا ظاہری و باطنی اور جسمانی و روحانی طور پر پورا اہتمام کریں اور اس بارے میں بقدرِ استطاعت حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی

کوشش کریں اور پوری ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ آپ ﷺ کے طریقۂ عمل، آپ ﷺ کے اسوہ....اور سنتوں کو معلوم کریں کیونکہ آپ ﷺ ہی ان کا اعلیٰ ترین نمونہ اور جامع و مکمل اسوہ ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے آپکی زندگی۔چہ جائیکہ عبادات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:۔لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الأخر وذکر اللہ کثیراً (الاحزاب. ۲۱) ترجمہ:۔تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے یعنی اس شخص کو جسے خدا سے ملنے اور روز قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ خدا کو کثرت سے ذکر کرتا ہو۔

جس قدر ہم آپ کا اتباع کریں گے اور جس قدر آپ کی تقلید واتباع میں ہم کامیاب ہوں گے، اسی قدر ہماری عبادات کامل اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول وپسندیدہ ہوں گی۔کتب حدیث اور صحیح احادیث کے مجموعوں نے آپ کی ان عبادات، دینی فرائض اور دعوت وجہاد کی چھوٹی بڑی بات، سنت، معمول اور عادت کا ایسا مکمل ریکارڈ رکھا ہے جس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔

رسول اللہ ﷺ کے اعمال اور آپ کے طریقہ کار کے مطابق عمل ہونے کے بعد ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ یہ عبادات، خاص طور پر نماز اپنی حقیقت سے آراستہ اور اپنی روح وطاقت سے معمور ہو، تاکہ اخلاق واعمال اور انفرادی واجتماعی زندگی میں اس کے نتائج واثرات ظاہر ہوں اور وہ قربِ الٰہی، یقین ومعرفت اور خدا کی محبت میں اضافہ کا طاقتور اور موثر ذریعہ ہو۔"

(۳) حقوق العباد کی ادائیگی

"عقائد، فرائض اور حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا مسئلہ سب سے اہم ہے، یہ بات محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کردے گا لیکن بندوں کا اپنے حقوق ومطالبات کو معاف کرنا بندوں ہی کے اختیار میں ہے۔بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ذمہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کا مطالبہ ہو، عزت وناموس کی بات ہو، یا کسی اور قسم کی چیز، تو آج ہی اس دنیا میں اس سے صفائی کرلے، اس سے پہلے کہ جب نہ دینار ہوگا نہ درہم، اگر اس (مدعیٰ علیہ) کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اسکے بقدر مدعی کے بقدر مطالبہ اور حق سے لیا جائیگا، اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوگی تو صاحب حق کے

گناہ اس مدعیٰ علیہ پر ڈال دیے جائیں گے۔ مسلم کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ شہید کے سب گناہ معاف ہوجائیں گے، سوائے قرض کے (کہ وہ اس پر باقی رہیگا) آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے اس کی خبر دی ہے، مسلم ہی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک مجلس میں سوال فرمایا کہ جانتے ہو کہ کنگال اور تہی دست کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں کنگال اور تہی دست اس کو سمجھتے ہیں، جس کے پاس نہ نقد ہو نہ سامان، آپ نے فرمایا: میری امت میں (صحیح معنی میں) مفلس (کنگال) وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ سب لے کر آئیگا، لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو انکو قیامت میں اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، جب نیکیاں بھی ختم ہوجائیں گی اور اس پر مطالبے باقی ہوں گے، تو اس کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

اسی خطرہ سے بچنے اور اپنا حساب صاف رکھنے کے لیے صفائی معاملات کی ضرورت ہے اس کے مسائل واحکام سے واقفیت اور اس میں اہتمام واحتیاط کی ضرورت ہے۔ ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں (جن کی تائید میں آیات قرآنی بھی ہیں) ہم کو غیر جانبدارانہ اور محتسبانہ انداز سے اپنے پچھلے اور موجودہ حالات ومعاملات پر غور کرنا چاہیے، اگر کسی کا کوئی حق یا مطالبہ ہمارے ذمہ رہ گیا ہو، قرض ہو، بیع وشرا کا معاملہ ہو، مشترک جائداد کا قصہ ہو، ترکہ ومیراث ہو، یا کسی مسلمان کی دل آزاری کی ہو، یا حق تلفی یا تہمت وغیبت، اسی دنیا میں اس کو صاف کر لینا چاہیے، یا تو اس کا حق دے دیا جائے، یا اس سے (برضا ورغبت) معاف کرالیا جائے، باہمی معاملات وحقوق کے بارے میں ہم سے بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور اکثر وہ ہمارے ذمہ باقی رہ جاتے ہیں، احادیث مذکورہ کی روشنی میں یہ مسئلہ بڑا اہم اور پہلی فرصت میں قابل توجہ ہے۔

۴۔ اس کے بعد ہم تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس، قلب کو رذائل سے پاک کرنے اور محاسن سے مزین کرنے کی فکر کریں، اس لیے اخلاق رذیلہ وہ دبیز پردے ہیں جو تعلیمات نبوی سے فائدہ

اٹھانے اور ''صبغۃ اللہ'' میں رنگ جانے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں، یہی انسان کو ہوا وہوس کا شکار اور بازیچۂ شیطان بنادیتے ہیں، یہ دینی خطرہ اور ہلاکت کا سبب بنتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ (الجاثیہ:۲۳)

ترجمہ: بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم کو کتاب وسنت اور تعلیمات نبوی کے معیار کا پابند ہونا چاہیے اور نفس واخلاق کے تزکیہ میں انہیں کے قول کو قول فیصل قرار دینا چاہیے۔

انسان خواہ کتنا ہی دوراندیش اور باریک بیں ہو، آئینہ ہی میں اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے خوش بخت وہ ہے جو اپنی کمزوریوں اوران اخلاقی امراض سے جیسے: کبر، حسد، حرص وطمع، بخل، کینہ، عداوت، دنیا کی محبت، دولت کے عشق اور ہوس اور مسلمانوں کی تحقیر ودنائت جیسے اخلاق رذیلہ سے واقف ہو اوران کے ازالہ اور ان سے خلاصی کی فکر رکھتا ہو اور ان سے اسی طرح نبرد آزما ہو جیسے اپنے جانی دشمن سے ہوتا ہے۔اور وہ شخص بڑا خوش قسمت اور خوش نصیب ہے جس کو کوئی ایسا ربانی عالم اور طبیب حاذق میسر آجائے جو اس کو متنبہ کرے اور ان بعض اخلاقی کمزوریوں اور مخفی بیماریوں سے آگاہ کرے اوران سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ تجویز کرے اور اس کو آسان اور ممکن العمل بنادے۔اس کا نور باطن مستفید ومریض میں سرایت کرے۔اس کی صفات وخصوصیات کا اس پر پرتو پڑے۔اس کا محاسبہ نفس اور خوف وخشیت دیکھ کر وہ عبرت اور سبق حاصل کرے۔قدیم زمانہ میں صحبت سب سے آسان طریقہ علاج تھا اور بڑے بڑے ائمہ فن اور علماء خدا کے ایسے مخلص وربانی بندوں کی تلاش میں رہتے تھے خواہ وہ علم میں ان سے کم مرتبہ ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ان کو ان کی مجلس اور صحبت میں وہ کچھ ملتا تھا جو اصلاح وتربیت باطنی میں ممد ومعاون تھا۔نفس اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا۔امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادہ نے ایک مرتبہ اپنے والد ماجد سے اس بات کی شکایت کی کہ وہ ایسے لوگوں کی مجلس وعظ وتذکیر میں شریک ہوتے ہیں، جو علم میں ان سے فروتر اور ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرنے کے مستحق ہیں، اس سے ان کو شرم آتی ہے اور بعض مرتبہ لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔امام عالی تبار نے

فرمایا: ''یابنی انمایجلس المرء حیث یجد صلاح قلبه''
ترجمہ: بیٹا آدمی وہیں بیٹھتا ہے، جہاں اپنے قلب کا نفع دیکھتا ہے۔

باوجود روزافزوں اور عام فساد کے کوئی زمانہ بھی ایسے ربانی علماء اور اہل قلوب سے (اگرچہ ان کا وجود کسی دور میں کثیر اور کسی دور میں قلیل رہا ہے) خالی نہیں رہا لیکن جس کو کسی سبب سے ایسی صحبت نہ مل سکی ہو وہ اپنے نفس اور باطنی حالات پر خصوصی توجہ دے اور ایک صاحب بصیرت نقاد یا غیر جانبدار حکم یا اتالیق بن کر اس کا جائزہ لیتا رہے اور اپنی روحانی بیماریوں اور کمزوریوں سے واقف ہونے کی کوشش کرے۔ ارشاد قرآنی ہے: بل الانسان علیٰ نفسه بصیرة ولو القیٰ معاذیره (سورۃ القیامۃ) ترجمہ: بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے، اگرچہ عذر ومعذرت کرتا رہے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ ان شاء اللہ اپنے اندرون میں پائی جانے والی اخلاقی کمزوریوں اور ان گہری خندقوں اور دلدلوں سے واقف ہو جائے گا (جہاں عرصہ سے پانی جمع ہو رہا ہے اور اس کی عفونت حیات انسانی یا معاشرہ میں پھیل رہی ہے) پھر کتاب وسنت اور اس امت کے ربانی علماء اور حاذق مربیوں کے تجربات اور ہدایات کی روشنی میں ان کے علاج کی فکر کرے۔ علماء اسلام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مثال کے طور پر امام غزالیؒ کی ''احیاء العلوم''، علامہ ابن جوزیؒ کی ''تلبیس ابلیس''، علامہ ابن قیمؒ کی ''اغاثة اللهفان فی مکاید الشیطان'' اور ''مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین'' علامہ ابن رجبؒ کی ''جامع العلوم والحکم، شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم'' حضرت سید احمد شہیدؒ کی ''صراط مستقیم'' اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ''تربیت السالکین'' کے مطالعہ کا خاص طور پر مشورہ دیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ذکر ودعا کی کثرت اور ان خطرناک روحانی امراض کے مہلک نتائج سے اندیشہ وخوف اور اپنے نفس پر بے اعتمادی اور اس سے بے اطمینانی، غفلت اور غافلوں اور روحانی وقلبی امراض میں گرفتار، نفسانی تاویلات اور شیطانی مکر وفریب کے دھوکہ میں مبتلا لوگوں کی صحبت سے

اجتناب مفید ومعاون ہوگا۔خداتعالیٰ کاارشاد ہے:

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطاناًفهو له قرین (الزخرف:۳۶)

اور جوکوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرے (یعنی تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہوجاتا ہے۔

عقائد کی تصحیح،عبادات اور ممکنہ تزکیہ نفس اور رذائل اخلاق سے اس کی حفاظت کی تکمیل کے بعد،اپنی پوری زندگی،صبح وشام،اخلاق ومعاملات اور امکانی حدتک عادات وشمائل میں بھی سیرت نبوی کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔زندگی کے لیے اس کومشعل راہ،تمام اعمال اور حرکات وسکنات میں اسوہ ونمونہ بنانا چاہیے اور مقدور بھراس پرعمل کرنے اور اس کے اتباع کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ خداتعالیٰ کے اس فرمان ووعدہ سے کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو:

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم،
(آل عمران:۳۱)

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

۵۔ارکان ثلٰثہ (نماز،روزہ،زکوٰۃ) کے ضروری دینی احکام ومسائل،حلال وحرام،جائز وناجائز،فرائض وواجبات وسنن،صحیح وفاسد معاملات اور حدود شرعیہ سے واقفیت کی بھی ضرورت ہے،خاص طور پر جو پیشہ یامشغلۂ زندگی اختیار کیا ہے اس سے متعلق احکام شرعیہ کیا ہیں؟ان سے واقف ہونا اور ان پرعمل کرنا ایک خداترس،فرض شناس اور آخرت کی فکر رکھنے والے مسلمان کے لیے ناگزیر ہے۔اس کے لیے فقہ ومسائل کی کوئی معتبر کتاب جو معتبر وتبحر عالم حقانی کی تصنیف ہو اور اپنے زمانہ کے قابل اعتبار علماء اس کو مستند سمجھتے ہیں،مطالعہ میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

۶۔ہم میں سے بہت سے لوگ صحیح احادیث میں وارد وضو،مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے،بیت الخلاء جانے اور وہاں سے آنے،سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں،صبح وشام کے اذکار

اور سفر شروع کرنے اور سفر سے واپس آنے کی دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن اس کا خدشہ ہے کہ یہ اہتمام ان کے فضائل اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر جس ثواب کا ذکر فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں ان کی جو قدر و قیمت اور مقام ہے اور آخرت میں ان کے جو فوائد ہیں، اس کے استحضار کے بغیر ہو، اور غفلت و بے توجہی میں یا بطور عادت یا (جدید تعبیر کے مطابق) ٹیپ ریکارڈر کے طریقہ پر یہ سارے کام ہو رہے ہوں، بعض عبادتوں کے بارے میں جن کا مشروع عبادت یا فرض وواجب ہونا سب کو معلوم ہے، خاص طور پر یہ شرط بھی ذکر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر جس اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا اس کی لالچ اور اس پر یقین کے ساتھ عمل کیا گیا ہو، صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه. ''جو خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید میں رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

ومن قام لیلة القدر ایماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه. اور جو خدا کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور ثواب کی امید میں شب قدر میں عبادت کرے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

لیکن ہم میں سے بہت سے لوگ اس اہم صفت اور اس شرط کا جو عبادت اور عادت کے درمیان فرق کرتی ہے زیادہ خیال نہیں رکھتے، جس کا نتیجہ ہے کہ بہت سی عبادات جن میں ارکان اسلام نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج بھی ہیں، ایک لگے بندھے طریقہ (Routine) اور عادت بن کر رہ گئے ہیں جو روح سے خالی اور ایمان واحتساب کی کیفیت سے محروم ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور اس امت کے صلحاء و ربانی علماء اور عوام الناس کے درمیان بڑا فرق انہیں فضائل کے استحضار اور ان اعمال اور اذکار و اوراد کے اندر ایسی ایسی ایمان و یقین کی کیفیات جو ذہن و دماغ پر چھا جائیں اور اس شوق و ذوق کے جو دل کی گہرائیوں سے پھوٹا پڑتا ہو اور خدا تعالیٰ کے ہاں

ان کی قدر و قیمت، مقام واہمیت کے عمیق احساس کے ساتھ ادائیگی اور اہتمام سے تھا۔ مثلاً جب وہ وضو کرتے جو دن ورات میں بار بار ہوتا ہے اور ہم سے بہت سوں کی زندگی میں وہ ایک روٹین اور مشینی عمل ہو گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کا یہ قول اپنے ذہنوں میں تازہ کر لیتے ہیں:

اذا توضأ العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرجت من وجهه کل خطیئة نظر الیها بعینیه من الماء او مع اٰخر قطر الماء او نحو هذا واذا غسل یدیه خرجت من یدیه کل خطیئةٍ بطشتها یداه مع الماء أو مع اٰخر قطر الماء حتی یخرج نقیاً من الذنوب.

''جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے پھر اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرہ سے وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جو اس نے اپنی آنکھ سے کیا تھا اور جب اپنا ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ وہ گناہ جھڑ جاتا ہے جو ہاتھ سے کیا تھا، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے صاف و پاک ہو کر نکلتا ہے۔'' (ترمذی شریف)

وہ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی چیزوں پر ایسا یقین رکھتے جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں اور اسی موعود ثواب کی حرص اور شوق میں وہ کام انجام دیتے، ان کا یہ حال اس وقت ہوتا تھا جب وہ کسی مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملتے اور خوشی و بشاشت کا اظہار کرتے، یہی حال اپنی تجارتوں، پیشوں اور زندگی کے تمام کاموں میں ملتا، وہ جو کام بھی کرتے وہ اسی اجر و ثواب اور رضائے الٰہی کی حرص اور شوق میں کرتے۔ لہٰذا ان کی عادتیں، عبادتیں بن جاتیں اور عبادتیں سب طاعتیں ہو جاتیں، اگر اس استحضار کا ہم اہتمام کریں، اور ہماری عبادات اذکار و اوراد، ایمان واحتساب کی کیفیات سے لبریز اور اپنی روح وحقیقت سے بھرپور ہوں تو جو کام ہم کرتے رہے ہیں اور بچپن سے ہم جن کے عادی اور خوگر بن گئے ہیں، وہ استحضار واحتساب کی کیفیت کے ساتھ کریں گے تو کوئی اور ہی اثر اور نورانیت پیدا کریں گے اور ہم اپنی زندگی میں ان کا کھلا ہوا اثر محسوس کریں گے۔ یہ بات (ایمان واحتساب) صرف عبادات کے ساتھ مخصوص نہیں، رزق حلال کے حصول اور ذرائع معاش، ملازمت، تجارت، زراعت یا دوسرے

حرفوں اور پیشوں میں بھی ہماری نیت رضائے الٰہی کی ہونی چاہیے۔یہی دراصل اس صحیح حدیث کا مفہوم ہے جو بعض محدثین کے نزدیک درجہ تواتر وشہرت تک پہنچی ہوئی ہے اور جس سے امام بخاریؒ نے اپنی عظیم کتاب کا آغاز کیا ہے وہ حدیث نیت ہے: **''انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی......الخ''**

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جسکی اس نے نیت کی۔

یہ ان احادیث میں سے ایک حدیث ہے جن پر دین کی اساس وبنیاد ہے۔امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ یہ ایک تہائی علم ہے اور فقہ کے ستر ابواب سے اس کا تعلق ہے۔

بعثت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عظیم اور نا قابل فراموش احسان اور گرامی قدر تحفہ اور اس کا وہ انعام جس کا انسان طالب ومتجسس ہے اور جس کو شارع علیہ السلام نے ایک مفرد اور سادہ لیکن نہایت بلیغ وعمیق لفظ نیت سے ادا کیا ہے۔ارشاد ہے: **''انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی''**

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس کی نیت ہے۔

لہٰذا ہر وہ عمل جس کو انسان صرف رضائے الٰہی اور جذبہ اخلاص اور طاعت وفرمانبرداری کے ساتھ انجام دے، وہ قرب الٰہی اور یقین وایمان کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور دین خالص ہے جو ہر شائبہ سے پاک ہے، خواہ وہ عمل راہ خدا میں جہاد وقتال ہو یا حکومت وانتظام یا دنیا کی نعمتوں سے استفادہ ہو یا نفس کے جائز تقاضوں کی تکمیل یا رزق حلال وملازمت کی کوشش ہو یا جائز تفریح طبع کا سامان یا عائلی اور ازدواجی زندگی سے لطف اندوزی ہو،اس کے برعکس ہر وہ عبادت یا دینی خدمت دنیاداری سمجھی جائے گی جو رضائے الٰہی کی طلب، خدا تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر ایمان اور ان کی تعمیل سے خالی ہو اور غفلت وآخرت فراموشی کے دبیز پردے اس پر پڑے ہوں، خواہ وہ عمل فرض نماز، ہجرت وجہاد، ذکر وتسبیح اور راہ خدا میں شہادت ہی کیوں نہ ہو، ایسے عمل کرنے والا ہر شخص خواہ وہ عالم ومجاہد ہو یا داعی ومبلغ اس کو ثواب سے محرومی کا سامنا کرنا ہوگا بلکہ خطرہ ہے کہ یہ اعمال اور خدمات اس

کے لیے وبال اوراس کے اور خدا کے درمیان حجاب نہ بن جائیں۔

آنحضرت ﷺ کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ آپ نے دین ودنیا کے درمیان وسیع خلا کو پُر کردیا اوران دونوں کو جودو کیمپوں میں بانٹ دیے گئے تھے جو نہ صرف یہ کہ دوسرے سے جدا تھے اوران کے درمیان ایک موٹی سرحدی لکیر اور ایک وسیع خلیج حائل تھی بلکہ یہ دونوں خانے ایک دوسرے سے متصادم اور دونوں کیمپ باہم متحارب تھے،دونوں میں کھلا تضاد اور شدید رقابت تھی اور ایک دوسرے سے قطع تعلق اور اعلان جنگ کرنا ضروری تھا، باہم شیروشکر کردیا اور وہ الفت ومحبت اور مکمل سلامتی وہم آہنگی کی فضا میں سانس لینے لگے،آپ داعی وحدت واتحاد بھی ہیں اور بشیر ونذیر بھی۔آپؐ نے دو متحارب گروہوں سے نوع انسانی کو نکال کر ایمان واحتساب،انسانیت پر شفقت ورحمت اور طلب رضائے الٰہی کے متحدہ مورچہ پر لا کھڑا کیا اور ہمیں اس جامع دعا کی تلقین کی:

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار (البقرہ۔۲۰۱)

ترجمہ:اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔

آپ نے اعلان فرمایا:**ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین (الانعام۔۱۶۲)**

ترجمہ: میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کی زندگی متضاد ومتفرق گروہوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک وحدت ہے جس پر عبادت واحتساب کی روح چھائی ہوئی اور خدا کی ذات پر ایمان ویقین اوراس کے احکام کی اطاعت وفرمانبرداری اس کی رہنما ہے۔یہ زندگی کے تمام شعبوں،جدوجہد کے ہر میدان اور عمل کے تمام قسموں پر محیط ہے بشرطیکہ اخلاص،صحیح نیت اور رضائے الٰہی کی سچی طلب پائی جاتی ہو اور انبیائے کرام کے طریقہ پر اس کو انجام دیا گیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کامل ومکمل طور پر رسول

وحدت، الفت ویگانگت اور محبت وہم آہنگی کے پیغامبر اور بیک وقت بشیر ونذیر ہیں، آپ نے دین ودنیا کے تضاد کے نظریہ کو ختم کر کے پوری زندگی کو عبادت میں پورے روئے زمین کو ایک وسیع عبادت گاہ میں تبدیل کر دیا یا دنیا کے انسانوں کو متحارب کیمپوں سے نکال کر حسن عمل، خدمت خلق، حصول رضائے الٰہی کے ایک ہی محاذ پر کھڑا کر دیا، یہاں لباس دنیا میں درویش، قبائے شاہی میں فقیر وزاہد، سیف وتسبیح کے جامع رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار نظر آئیں گے اور ان کو اس میں کسی قسم کا تضاد محسوس نہیں ہوگا۔

۷۔ مناسب یہ ہے کہ قرآن پاک کا ایک ورد متعین کر لیا جائے، جسکی بقدر استطاعت پابندی کی جائے، کسی بیماری یا شدید مجبوری کے علاوہ اس کو کبھی ترک نہ کیا جائے۔ اور کلام الٰہی کی تلاوت میں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لایأتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ تنزیل من حکیمٍ حمیدٍ.** (حم السجدہ:۴۲)۔ ترجمہ ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے، نہ پیچھے سے اور دانا اور خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے۔''

جو وقت اس میں صرف ہو اس کو حاصلِ عمر اور سعادت وبرکت کا سب سے قیمتی وقت سمجھا جائے اور اس وقت ہم اپنے کو خدا تعالیٰ سے بہت قریب سمجھیں، ہمارا رویہ اور اثر پذیری اس پہاڑ سے کم نہ ہو جس کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **لو انزلنا ھذا القرانَ علیٰ جبلٍ لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ.** (الحشر:۲۱) ترجمہ: ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔''

حالانکہ وہ جماد ہے اور ہم اشرف المخلوقات انسان جس کو خدا تعالیٰ نے ایمان اور قرآنی خطاب کی دولت سے نوازا ہے اور جس کے بعض افراد کے بارے میں فرمایا ہے۔ **واذا تلیت علیھم ایٰتہ زادتھم ایماناً وعلی ربھم یتوکلون.** (الانفال:۲) ترجمہ: ''اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

اور فرمایا: **اللہ نزل احسن الحدیث کتباً متشابھاً مثانی، تقشعر منہ جلود الذین**

یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللہ. (الزمر:۲۳) ترجمہ: ''خدا نے اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں یعنی کتاب جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں اور دہرائی جاتی ہیں، جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہوکر) خدا کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔''

سلف صالحین میں قرآن سے استفادہ اور ان کی زندگی میں اس کے اثرات ظاہر ہونے میں جو تفاوت اور ایک دوسرے پر جو امتیاز و فضیلت تھی، وہ محض قرآن کے معانی و مطالب اور مضمرات پر غور کرنے کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے جمال و کمال اور اس کی عظمت و کبریائی، انسانی فہم و ادراک سے اس کلام کی بلندی و اعجاز اور اس کے جمال و دلآویزی اور چاشنی و لذت کا نتیجہ تھا۔

اس سلسلہ میں دو چیزیں مفید ہیں (۱) ایک تو قرآن کے فضائل، قرآن کی تلاوت کے فضائل اور اس کے نتیجہ میں جو قرب و رضائے الٰہی، اجر و ثواب اور آخرت میں جو نعمتیں ملیں گی ان سے واقفیت اور ان کا استحضار (یقین)۔ (۲) دوسرے صحابہ کرام، تابعین، فقہاء و محدثین، علماء ربانی اور اہل اللہ و اولیائے کاملین کی تلاوت، تدبر قرآن اور قرآن کے ساتھ ان کے ادب و اہتمام کے واقعات کا مطالعہ۔

(اس سلسلہ میں خاص طور پر حافظ بن نصر مروزی بغدادی کی جو امام احمد کے کبار تلامذہ میں ہیں ''قیام اللیل'' کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ اردو داں حضرات کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''فضائل قرآن'' کا مطالعہ کافی ہے۔)

یہ بھی بہت مفید اور سودمند ہے اور تجربہ سے اس کی تائید بھی ہوئی ہے کہ ہم قرآن پاک سے (امکانی حد تک) براہ راست تعلق قائم کریں۔ اس طرح کہ ہمارے اور کلام اللہ کے درمیان مستقل طور پر کوئی انسانی افہام اور تفہیم اور شرح و تفسیر حجاب نہ بن جائیں جس پر انحصار کر لیا جائے اور جو قرآن سے اس طرح پیوست ہو جائے کہ اس کو الگ کرنا یا اس سے خالی الذہن ہونا مشکل ہو جائے اور ہم قرآن کا مطالعہ اسی خاص افہام و تفہیم یا تفسیر کی روشنی میں کریں جو بعض علماء اور خاص طور پر متاخرین علماء نے

پیش کی ہیں اور اس کے عکس اور سائے، اس کے خاص میلانات اور رجحانات اور جدید حالات و ماحول کے اثرات قرآن کے جمال حقیقی اس کی بلندی و اعجاز اور اس کی اصلیت و نکھار کو متاثر کرنے لگیں، جس طرح تناور اور گھنے درختوں کے صاف و شفاف چشموں پر سائے پڑتے ہیں اور نتیجتاً قرآن کے جلال و جمال سے تاثر کے ساتھ لاشعوری طور پر قاری کسی خاص تفسیر۔ مفسر کی شخصیت اور مطالب قرآن کی شرح و تفسیر پر اس کی قدرت سے اسی درجہ متاثر ہوتا چلا جائے۔

اس قاعدہ کلیہ سے وہ تفسیریں مستثنیٰ ہیں جو صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ اور ائمہ اسلام سے قرآن کے بعض مفردات اور مشکل مقامات کی شرح میں منقول ہیں، اسی طرح وہ لغات و معاجم قرآن اور کتب تفسیر بھی مستثنیٰ ہیں جن کی ضرورت قرآن کا عمیق علمی مطالعہ کرنے والے اور خاص طور پر عجمی لوگوں کو پڑتی ہے۔ قرآن کی تلاوت اور اس کی حلاوت و چاشنی محسوس کرنے کے لیے پورے خشوع و خضوع، عظمت و احترام اور ''صاحب کلام'' کی صفات کے استحضار کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے مذکورۃ الصدر قاعدہ سے وہ لوگ بھی مستثنیٰ ہیں جو فن تفسیر کے اصحاب اختصاص علماء ہیں یا تفسیر کے موضوع پر تصنیف و تالیف یا تدریس اور بحث و تحقیق کا کام کرتے ہیں یا جن کو اس کی ضرورت ہو کہ تفسیر کے تفصیلی مباحث کا مطالعہ کریں اور اس کی گہرائیوں میں اتریں، بہر حال ہر مسلمان اور ہر قاری قرآن کو نہ اس کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔

۸۔ حضور اکرم ﷺ سے قلبی تعلق و رابطہ مضبوط کرنے آپ ﷺ کی محبت میں اضافہ کرنے اور آپ ﷺ کے اقتداء و اتباع کی خواہش کی تکمیل کے لیے حدیث شریف کی کتابوں اور ان کتابوں کا مطالعہ، مذاکرہ اور ان کے ساتھ اشتغال جو شمائل نبوی اور سیرت طیبہ کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کی رٹ لگاتا ہے، اس کی یاد میں رہتا ہے اور جو شخص کسی کا کثرت سے ذکر کرتا ہے، اس کے حالات کی تلاش و جستجو میں رہتا ہے اسکو بھی محبت سے حصۂ وافر ملتا ہے۔ اسی طرح ان اہل دل اور اہل محبت کے حالات و واقعات کا مطالعہ بھی مفید ہے جن کو رسول اللہ ﷺ کے ''عشق'' سے حصہ وافر ملا ہے، ایسے عشاق کے حالات، ان کے ملفوظات اور ان

کے اشعار کا مطالعہ محبت وعشق کے پیدا کرنے میں عجب اثر رکھتا ہے اور اگر تخم محبت موجود ہے تو اس کی پرورش اور نشو ونما میں ممد ومعاون ہوتا ہے۔

اسی طرح کثرت درود بھی بہت مفید ہے، قرآن پاک میں اس کی بڑی ترغیب آئی ہے، ارشاد ہے: ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ،یایھا الذین امنوا صلوّا علیہ وسلموا تسلیما. (الاحزاب:۵۲) ''خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: من صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ بھا عشراً. (مسلم شریف) ''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں'' اور فرمایا: ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علیّ صلاۃ. (ترمذی شریف) ''قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا تھا''

اور حضرت ابی بن کعب نے جب دریافت کیا کہ (اپنے تمام اوراد کے بدلہ) آپ پر صرف درود ہی پڑھا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ''ہاں تب تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور گناہ بخش دیے جائیں گے'' (ترمذی شریف)

۹۔ بعض خاص اوراد واذکار کا بھی اہتمام کرنا چاہیے جن سے ہماری زبان تر رہے اور جن کو ہم اپنا ورد بنالیں اور ان کی پابندی کریں۔ علاوہ ان اذکار کے جو خاص اوقات اور خاص موقعوں کے لیے گذشتہ باب میں ذکر کیے جاچکے ہیں۔

۱۰۔ صالحین امت، علماء ربانیین اور مخلص وقناعت شعار ائمۂ علم ودین کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کیا جائے جن کے صحت عقائد، رسول اللہ ﷺ کے کمال اتباع، کتاب وسنت سے واقفیت، نفس وشیطان کے شرور ومکاید سے آگاہی آخرت اور آخرت میں کام آنے والی چیزوں کی فکر پر امت کا اتفاق ہے، علامہ ابن جوزیؒ جو بڑے ناقد محدث ہیں، اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں لکھتے ہیں:۔

''میں نے دیکھا کہ فقہ اور سماع حدیث میں انہماک ومشغولیت قلب میں صلاحیت پیدا

کرنے کے لئے کافی نہیں، اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے ساتھ مؤثر واقعات اور صالحین کے حالات کا مطالعہ بھی شامل کیا جائے، حرام وحلال کا خالی علم قلب میں رقّت پیدا کرنے کیلئے کچھ زیادہ سودمند نہیں، قلوب میں رقّت پیدا ہوتی ہے مؤثر احادیث وحکایات سے اور سلف صالحین کے حالات سے، اسلئے کہ ان نقول وروایات کا جو مقصود ہے، وہ انکو حاصل تھا۔ احکام پر ان کا عمل شکلی اور ظاہری نہ تھا، بلکہ انکو ان کا اصلی ذوق اور لب لباب حاصل تھا، اور یہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، وہ عملی تجربہ اور خود آزمائش کرنے کے بعد ہے، میں نے دیکھا ہے کہ عموماً محدثین اور طلبہ فن حدیث کی ساری توجہ اونچی سند حدیث اور کثرت مرویات کی طرف ہوتی ہے، اسی طرح عام فقہاء کی تمام تر توجہ جدلیات اور حریف کو زیر کرنے والے علم کی طرف ہوتی ہے، بھلا ان چیزوں کے ساتھ قلب میں کیا گداز اور رقّت پیدا ہوسکتی ہے، سلف کی ایک جماعت کسی نیک اور بزرگ شخص سے محض اس کے طور طریقہ کو دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی.... علم کے استفادہ کے لئے نہیں، اس لئے کہ یہ طور طریقہ اس کے علم کا اصل پھل تھا، اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ وحدیث کی تحصیل میں سلف صالحین اور زُہادِ امّت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کرو تا کہ اس سے تمہارے دل میں رقّت پیدا ہو۔'' (صید الخاطر ج ۲ صفحہ ۳۰۲-۳۰۳)۔

پھر ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

''میں نے مشاہیر اولیاء سلف وصالحین میں سے ہر ایک کے حالات وواقعات اور ادب وسلوک پر ایک کتاب لکھی ہے، اسی طرح سفیان ثوریؒ، حضرت ابراہیم بن ادہم، بشر حافی، امام احمد بن حنبل، اور معروف کرخیؒ وغیرہ علماء وزہاد کے حالات پر کتابیں لکھی ہیں، مطلوب ومقصود کی توفیق خدا ہی کی طرف سے ملتی ہے، اور کم علم کے ساتھ صحیح عمل نہیں ہوسکتا، دونوں کی حیثیت سائق (جانوروں کو پیچھے سے ہنکانے والے) اور قائد (ریوڑ کو آگے لے جانے والے) کی ہے، اور نفس ان دونوں کے درمیاں اپنی جگہ سے ٹلنا نہیں چاہتا، سائق وقائد دونوں ہی سرگرم عمل ہوں تو منزل.... طے ہوتی ہے، اور خدا کی پناہ سستی وکاہلی سے۔''

کم از کم یہ درجہ ہے کہ ان گزرے ہوئے اصحاب صدق وصفا، راہ خدا کے داعی ومبلغ (انکے

ہاتھوں پر ملک کے ملک مسلمان ہوئے، اور قوموں کی قومیں داخل اسلام ہوئیں، جن کو دین کی حقیقت اور اس کا لب لباب حاصل تھا) کے متعلق ہمارے دلوں میں کوئی کدورت ذرہ بھر نہ ہو، اور ان کے احسانات کے اعتراف، ان کیلئے دعا، انکی تعریف، ان کیلئے عذر خواہی، اور انکی ان لغزشوں سے چشم پوشی جن سے نہ کوئی انسان خالی ہوتا ہے، اور نہ کوئی مجتہد معصوم ہمارا شعار ہو، اللہ تعالیٰ نیک اخلاف کی مدح وتوصیف کے موقع پر ارشاد فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَآء وا من بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ ربّنـا اغفـر لَنَا ولإخوَاننا الذين سَبَقُوْنـا بـالْإِيمـاَن ولَاتَـجْـعَلْ فـى قُلُوبِنـا غِلًا للذين ا منوا ربّنا انّكَ رؤُوف رحيم. (الحشر۔۱۰)

ترجمہ: اور انکے لئے بھی جو ان مہاجروں کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ وحسد نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ کا تقاضہ ہے کہ ہم امت کے اسلاف اور ایمان واحسان میں سبقت کرنے والے لوگوں کے بارے میں بہت محتاط رہیں، بلکہ آدابِ قرآنی اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہر مسلمان کے متعلق فیصلہ صادر کرنے میں پوری احتیاط ملحوظ رکھی جائے، نہ جلد بازی اور جذباتیت سے کام لیا جائے، نہ اس وقت تک قطعیت ویقین کے ساتھ کوئی بات کہی جائے، جب تک معاملہ روز روشن کی طرح عیاں اور جب تک یقینی اور قابل اعتماد ذریعوں سے معلوم نہ جائے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ **یایھا الذین اٰمنوا ان جآء کم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ فتصبحوا علیٰ ما فعلتم ندٰمین** .(الحجرات۔٦)

ترجمہ: ''مومنو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔''

۱۱۔ہم اپنی زندگی میں جن چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں،ان میں دعوت وتبلیغ کا بھی ایک حصہ رکھیں، یہی انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد اولین تھا،اسی لئے آسمانی کتابوں کا نزول ہوا،اور یہ امت برپا کی گئی،ارشاد خداوندی ہے:۔

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران۔۱۱۰)

ترجمہ:۔"(مومنو) جتنی امتیں یعنی قومیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔اور ارشاد فرمایا:۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر. (آل عمران۔۱۰۴)

ترجمہ:۔"اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔"

لیکن اصلاح اور دعوت وتبلیغ کی کوئی خاص شکل، یا معین میدان یا لگا بندھا کوئی ایسا نظام نہیں جس کو تبدیل کرنا یا اس سے ہٹنا ناجائز ہو، بلکہ یہ ان فرائض دینیہ میں ہے، جن کا کوئی متعین نظام یا خاص شکل منصوص نہیں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:۔**انی دعوت قومی لیلاً ونھاراً**.(نوح۔۵)"میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔پھر آگے چل کر کہتے ہیں:۔**ثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسراراً**(نوح۔۹) ترجمہ:"اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔

اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا:۔**ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ**. (النحل۔۱۲۵) ترجمہ:۔"(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔

اسی طرح یہ بھی ہمارا ایک فریضہ اور دینی ذمہ داری ہے کہ ہماری زندگی (قوموں حکومتوں اور

معاشروں کے) پیانہ پر مسلمانوں کے حالات کی فکر، انکے غموں اور خوشیوں اور زندگی کے تلخ وشیریں واقعات میں انکے ساتھ شرکت سے خالی نہ ہو، ہم جہاں بھی ہوں، پورے اسلامی خاندان کے ساتھ امیدوں آرزؤں، احساسات اور جذبات میں شریک رہیں، صحیح حدیث میں آیا ہے:۔

مثل المومنين فی تراحمهم وتوآدهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد اذااشتكى منه عضوتداعى له سائر الجسد بالسّهر والحمى. (بخاری ومسلم)

''مسلمانوں کی مثال اپنے آپس کی شفقت اُلفت ومحبت اور ہمدردی میں ایک جسم کی سی ہے کہ اگر اس کے کسی عضو میں تکلیف ہوتو سارے اعضاء بے خوابی اور بخار میں اس کا ساتھ دیتے ہیں''

ہمیں وہ تلخ وسخت حالات جن میں مسلمان مبتلا ہیں، بے چین رکھیں، جن اذیتوں، تکلیفوں، اور دین کی بنیاد پر جس بربریت اور سفاکی کا وہ شکار ہیں، وہ ہماری زندگی کو منغص کردیں، ہماری دینی حمیت اور اسلامی غیرت بیدار ہو، اور ہم اپنا برادرانہ اور اسلامی فریضہ حسب استطاعت انجام دیں، اعلاء کلمۃ اللہ، دین کے غلبہ وسربلندی، مقاصد دین کو بروئے کار لانے، شریعت کا نفاذ اور اس کی راہ سے رکاوٹیں دور کرنے اور اس کی بھرپور کوشش کریں کہ ہم ایک طاقت بن کر ابھریں جس کی ہیبت ورعب اور صلاحیت نفع وضرر کو کھلے طور پر محسوس کیا جائے، یہاں تک کہ خدا کی زمین میں ہمارے قدم جم جائیں، اور فتنہ وفساد کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا جائے، اور اطاعت وفرمانبرداری صرف خدائے واحد کی رہ جائے۔ **حتٰی لاتکون فتنة ويكون الدين كله لله.** (الانفال۔۳۹) ترجمہ:۔''یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے، اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔

۱۲۔ آخری بات جو قلب میں رقت وسوز وگداز پیدا کرنے، دنیائے دنی میں شرعی طور پر مطلوب زہد واتقا کی زندگی گزارنے، اور آخرت میں کارآمد چیزوں میں مشغولیت، اور لمبی لمبی امیدوں اور آرزووں سے پرہیز وحفاظت کیلئے بہت سازگار اور بڑی مؤثر ہے، وہ زندگی کے مختصر ہونے دنیا کی بے ثباتی اور موت کا استحضار ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔ **اكثروا ذكر هاذم اللذات**

یعنی الموت. (ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے) "لذتوں کو توڑنے والی (چیز) یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔"

مراقبۂ موت میں کچھ وقت صرف کرنا چاہئے اور حسن خاتمہ کی شدید فکر ہونی چاہئے، کیونکہ اعتبار حسن خاتمہ ہی کا ہے، اس امت کے تمام اولیائے کاملین، عارفین، محققین جن کی استقامت، خدائے تعالیٰ کے ہاں بلندی مرتبہ، اور لوگوں میں مقبولیت کی زبان خلق شہادت دیتی رہی۔ اور جن کے کرامات اور خوارق عادات نقل کئے جاتے رہے، ارر جن کی تعریف وتوصیف اور اعتراف سے زبانیں تر رہیں، حسن خاتمہ اور ایمان پر موت کی ایسی فکر ان پر غالب وطاری رہتی تھی... کہ یہی ان کا محور فکر اور ہمہ وقت مشغول رکھنے والا کام تھا، ان کو کبھی اعمال صالحہ پر اور لوگوں کی عقیدت وحسن ظن پر نہ ناز تھا، نہ اپنی سعی وکوشش، اور جدوجہد پر اعتماد، اور اس حدیث کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔

عن ابی هریرةؓ قال. قال رسول الله ﷺ لن ینجی احداًمنکم عمله، قالوا: ولاانت یا رسول الله ﷺ! قال: ولاانا الا ان یتغمد نی الله بر حمة سددوا وقا ربوا واغداوا، وروحوا، وشئی من الدلجة والقصدالقصد تبلغوا.

(بخاری شریف)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بھی اسکا عمل نجات نہیں دلائے گا، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ کو بھی، فرمایا: ہاں مجھ کو سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، ٹھیک ٹھیک چلو، اور قریب قریب رہو، صبح بھی چلو، اور شام بھی چلو اور کچھ رات گئے بھی چلو، اور دیکھو میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، منزل تک پہونچ جاؤ گے۔"

بہت مناسب ہے کہ حسن خاتمہ کے فکر واہتمام کی دعوت دینے والی یہ حدیث اس کتاب کا حسن خاتمہ بن جائے۔ والله الموفق للسواد والصواب والیه المرجع والمآب.